**Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography**
**ISSN:** 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
**Open Access:** https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
**Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan**

# ریاستِ مدینہ کی معاشی بنیادوں کا قیام منہجِ نبوی ﷺ کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

# The Establishment of the Economic Foundations of the State of Madinah in the Light of the Prophetic Methodology: A Research Study

**Muhammad Saif Ullah Khalid***
M.Phill Islamic Studies In Riphah International University, Faisalabad Campus
**Ahsan Rizwan Umani**
M.Phill Islamic Studies In Riphah International University, Faisalabad Campus

## Abstract

When the Prophet Muhammad ﷺ laid the foundations of the Islamic state in Madinah, he demonstrated a profound understanding of the essential role that a stable economy plays in ensuring the strength and sustainability of any political system. He did not merely acknowledge the economic dimension of state-building but actively structured it in accordance with the principles of Islamic law, aiming to establish a system that served the collective welfare of society. A central feature of his economic vision was to make the economy subservient to the needs of the community, rather than reducing the community to a tool for economic gain. The primary objective of this research is to explore the Prophet's ﷺ strategic approach in building and activating the economic base of the Islamic state in Madinah. It seeks to highlight how, through wisdom and foresight, he initiated the foundation of a just and exemplary economic order. One of his earliest practical measures—following the construction of the mosque—was the establishment of a free and independent market for Muslims. This move effectively challenged and diminished the economic monopoly previously held by the Jewish tribes of Madinah. The Prophet ﷺ introduced comprehensive ethical and regulatory guidelines to govern the marketplace, rooted in values such as honesty, transparency, and justice. These principles elevated economic activity beyond mere material pursuit, infusing it with a moral and spiritual ethos. Thus, the economic foundations laid during the Prophet's ﷺ time became the cornerstone of a broader transformative vision, ultimately shaping the Islamic model of socio-economic justice for new generations.

**Keywords:** Economic Foundations, State of Madinah, Prophetic Methodology, Establishment, Socio-economic Justice

* Email of corresponding author: saifullahkhalid9752@gmail.com

## تعارف:

نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نہ صرف اسلامی تمدن بلکہ پوری انسانی تاریخ کے لیے ایک فیصلہ کن اور انقلابی لمحہ تھا۔ اس اقدام سے آپ ﷺ کو ایک ایسا آزاد اور خود مختار معاشرہ قائم کرنے کا موقع ملا، جو اعتقاد، عبادت، معاشرت اور عدل پر مبنی ایک مثالی ریاست کی صورت میں سامنے آیا۔ آپ ﷺ نے نہایت بصیرت کے ساتھ یہ حقیقت واضح فرمادی کہ معیشت کسی بھی ریاست کی قوت و استحکام کا لازمی ستون ہے۔ چنانچہ مدینہ میں اسلامی اخوت کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ایک خود مختار اسلامی منڈی قائم کی، جو مکمل طور پر شریعتِ اسلامی کے اصول و ضوابط کے مطابق تھی۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی نو قائم شدہ ریاست کو درپیش معاشی چیلنجز کا نہایت حکیمانہ اور مؤثر انداز میں سامنا کیا۔ آپ ﷺ کی معاشی پالیسیوں کا مرکزیہ تصور تھا کہ معیشت معاشرے کی خدمت کے لیے ہو، نہ کہ معاشرہ معیشت کا غلام بن جائے۔

## تحقیق کا مقصد و خاکہ:

یہ تحقیق اس مقصد کے تحت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ان اقدامات اور معاشی اصولوں کو علمی انداز میں اجاگر کیا جائے جن کے ذریعے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ریاست کی معاشی بنیادیں قائم فرمائیں اور انہیں مضبوط کیا۔ نیز، ان کامیاب نتائج کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جو عہدِ نبوی میں ایک مثالی اقتصادی نظم کے طور پر حاصل ہوئے۔

اس مقالہ کو درج ذیل مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. **مبحث اول:** معیشتِ مدینہ کے قیام واستحکام میں نبوی ﷺ منہج کی اصولی بنیادیں۔
2. **مبحثِ دوم:** مالیاتی و تجارتی نظم کا نبوی منہج۔
3. **مبحث سوم:** ریاستِ مدینہ کی اقتصادی سرگرمیاں اور نبوی حکمت عملی۔
4. **مبحث چہارم:** صنعت، زراعت، اور تجارت میں آپ ﷺ کی اصلاحی کوششیں۔

## مبحثِ اول: معیشتِ مدینہ کے قیام واستحکام میں نبوی ﷺ منہج کی اصولی بنیادیں:

ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کو محض ایک جائے قیام نہیں بنایا بلکہ اسے ایک جامع سیاسی و معاشی مرکز میں تبدیل کر دیا۔ اس مرکز نے بعد ازاں ایک ایسی عظیم اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی جو قرونِ وسطیٰ کی سب سے بڑی علمی و تہذیبی طاقت بن کر ابھری۔ ریاستی معیشت کی بنیاد رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مختلف حکمت عملیوں پر عمل فرمایا، جو کہ درج ذیل ہیں۔

### 1- مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کرنا:

"مواخات" صرف ایک دینی اور سماجی اقدام نہ تھا، بلکہ اس کے معاشی اثرات بھی نہایت گہرے اور دور رس تھے۔ مدینہ میں اوس و خزرج کی اکثریت پیداوار سے وابستہ تھی، جب کہ یہودی اکثراً تجارتی سرگرمیوں پر قابض تھے، اور وہ انصار کی پیداوار کو اپنی تجارت کا ذریعہ بناتے تھے۔ آپ ﷺ نے مؤاخات کے ذریعے ایک ایسا نظام وضع کیا جس میں مہاجرین کو مقامی معیشت میں فعال

کردار ادا کرنے کا موقع ملا۔ اس حکمت عملی نے تجارت اور پیداوار کو باہم مربوط کر کے مدینہ منورہ کی معیشت کو ایک نئی جہت عطا کی۔ مہاجرین، جو ابتدا میں ضرورت مند اور وسائل سے محروم تھے، نبوی قیادت میں معاشی تحریک کا بنیادی ستون بن گئے۔ انھوں نے مدینہ کی تجارت میں جلد ہی نمایاں مقام حاصل کر لیا اور یہود کی معاشی اجارہ داری کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ مؤاخات صرف مادی وسائل کی شراکت تک محدود نہ تھی، بلکہ اس نے ایمانی اخوت کو بھی مضبوط کیا، اور مسلمانوں کو ایک وحدت میں پرو دیا۔[1] صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"قال عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه،" لما قدمنا المدينة، آخى رسول الله ﷺ بيني وبين سعد بن الربيع، فقال سعد بن الربيع: إني اكثر الانصار مالا، فاقسم لك نصف مالي، وانظر اي زوجتي هويت، نزلت لك عنها، فإذا حلت تزوجتها، قال: فقال له عبد الرحمن: لا حاجة لي في ذلك، هل من سوق فيه تجارة؟ قال: سوق قينقاع، قال: فغدا إليه عبد الرحمن، فاتى باقط وسمن"[2]

"عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ اس لیے اپنا آدھا مال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ میری دو بیویوں میں سے آپ کو کون زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لیے انہیں اپنے سے الگ کر دوں گا (یعنی طلاق دے دوں گا (جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو آپ ان سے نکاح کر لیں۔ بیان کیا کہ اس پر عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے " سوق قینقاع " کا نام لیا۔ بیان کیا کہ جب صبح ہوئی تو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ پنیر اور گھی لائے۔"

یہ واقعہ صرف انفرادی معاشی جدوجہد کی علامت نہیں بلکہ پورے مہاجر طبقے کی معاشی بحالی کی ایک جھلک ہے، جو نبی کریم ﷺ کی رہنمائی اور مؤاخات کے عدیم المثال نظام کے تحت ممکن ہوئی۔ مدینہ میں انصار نے خلوصِ دل سے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ اپنا مال و دولت بانٹنے کی پیش کش کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"عن ابي هريرة رضي الله عنه، قال:" قالت الانصار للنبي ﷺ: اقسم بيننا وبين إخواننا النخيل، قال: لا، فقالوا: تكفونا المئونة ونشرككم في الثمرة، قالوا: سمعنا واطعنا"[3]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے) مہاجر (بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا تو

انصار نے) مہاجرین سے (کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو۔ ہم تم میوے میں شریک رہیں گے۔

انہوں نے کہا اچھا ہم نے سنا اور قبول کیا۔"

یہ حکمت عملی ایک ایسا معتدل اور بابرکت حل تھا، جس کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین کی فوری ضروریات بھی پوری کر دیں اور انصار کی املاک کی ملکیت بھی محفوظ رکھی۔ آپ ﷺ نے کھجوروں کے درختوں کی ملکیت انصار کے پاس برقرار رکھی، البتہ ان کے پھل میں مہاجرین کو شریک کر کے ایک غیر متنازعہ تعاون کی فضا قائم فرمائی۔ جب مہاجرین کو معاشی خود کفالت حاصل ہوئی تو وہ اس شراکت سے علیحدہ ہو گئے، اور انصار کی ملکیتیں ان کے پاس بدستور محفوظ رہیں۔

نبوی مؤاخات کی اس پالیسی نے معاشی اشتراک و تعاون کے اصول پر مبنی ایک ایسی مستحکم بنیاد فراہم کی، جس پر مدینہ کی اسلامی معیشت کی عمارت کھڑی ہوئی۔ یہ نظام صرف دولت کی شراکت تک محدود نہ رہا، بلکہ معاشرتی ہم آہنگی، اخلاقی وحدت، اور تمدنی تعمیر کا ایک مربوط ماڈل بن گیا۔ مدینہ کی اسلامی ریاست نے قلیل وسائل کے باوجود تعاون، ایثار اور اجتماعی بھلائی کی اقدار کے ذریعے ایک مضبوط معیشت کو جنم دیا، جو کسی مادی ذخیرے سے بڑھ کر "روحِ اسلامی" کی بنیاد پر قائم تھی۔

**2- آزاد اسلامی منڈی کا قیام نبوی معاشی خود مختاری کا مظہر:**

رسولِ خدا ﷺ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد جو اولین اجتماعی اقدام فرمایا، وہ ایک آزاد اسلامی منڈی (بازار) کا قیام تھا۔ یہ منڈی نہ صرف ایک تجارتی مرکز تھی بلکہ معاشی آزادی، عدل اور دیانت کا عملی مظہر بھی تھی۔ یہ بازار ان اصولوں پر قائم کیا گیا تھا جہاں تمام فریقین کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہو، اور جس میں ظلم، دھوکہ، اجارہ داری، اور استحصال کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے معیشت پر یہودیوں کی اجارہ داری ختم کرنے اور مسلمانوں کو معاشی خود مختاری دلانے کے لیے مدینہ کے قبائل سے فرمایا:

"أتى رسولُ اللهِ ﷺ بني ساعدة، فقال: إني قد جئتكم في حاجة، إن أرضكم هذه مباركة، وإنهاكانت بأيدي آبائكم، فاجعلوها لي سوقًا. فقالوا: نعم يا رسول الله، قد أعطيناكها"[4]

"نبی کریم ﷺ بنی ساعدہ کے قبیلے کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: میں ایک اہم معاملے کے سلسلے میں آیا ہوں۔ تمہاری یہ زمین بڑی بابرکت ہے، اور یہ تمہارے آباؤ اجداد کی ملکیت میں رہی ہے، تو کیا تم مجھے یہ جگہ بازار بنانے کے لیے دے سکتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں، یا رسول اللہ! ہم نے یہ زمین آپ کو دے دی۔"

اسی طرح عطا بن یسار روایت کرتے ہیں:

"لما أراد رسول الله ﷺ أن يجعل للمدينة سوقا، أتى سوق بني قينقاع، ثم جاء سوق المدينة، فضربه برجله، وقال: هذا سوقكم، فلا يضيق، ولا يؤخذ فيه خراج"[5]

"جب نبی ﷺ نے مدینہ کے لیے بازار قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے بنو قینقاع کے بازار تشریف لے گئے، پھر شہر کے دوسرے مقام پر آئے، وہاں اپنے پاؤں سے زمین پر نشان لگا کر فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے، نہ اسے تنگ کیا جائے گا، نہ اس پر خراج (ٹیکس) لیا جائے گا۔"

صالح بن کیسان کا بیان ہے:

"ضرب رسول الله ﷺ قبة في موضع بقيع الزبير فقال هذا سوقكم، فأقبل كعب بن الاشرف فدخلها وقطع أطنابها، فقال رسول الله ﷺ لا جرم لأنقلنها إلى موضع هو أغيظ له من هذا، فنقلها إلى موضع سوق المدينة، ثم قال لا تتحجروا ولا يضرب عليه الخراج"[6]

"نبی کریم ﷺ نے بقیع الزبیر کے مقام پر ایک خیمہ نصب کیا اور فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے۔ پھر کعب بن اشرف وہاں آیا اور اس خیمے کی رسیوں کو کاٹ دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اب میں اسے ایک ایسی جگہ منتقل کروں گا جو اس کے لیے زیادہ ناگوار ہو۔ چنانچہ بازار کو شہر کے دوسرے مقام پر منتقل فرمایا، اور وہاں بھی یہ ارشاد فرمایا: یہ بازار نہ روکا جائے، نہ اس پر کوئی محصول لیا جائے۔"

یہ اقدام اس امر کی دلیل ہے کہ اسلامی معیشت کا تصور محض لین دین کی آزادی نہیں بلکہ مکمل اخلاقی، عدالتی اور روحانی اصولوں پر مبنی معاشی نظام کی تشکیل ہے۔

**بازارِ مدینہ کا محلِ وقوع تجارتی حکمت عملی کا مظہر:**

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس مقام کو بازار کے لیے منتخب کیا، وہ صرف اتفاقی فیصلہ نہ تھا بلکہ تجارتی بصیرت، جغرافیائی فہم اور سیاسی شعور کا عملی نمونہ تھا۔ یہ جگہ مدینہ کا وہ مرکزی داخلی راستہ تھی جو شام، یمن، مکہ مکرمہ اور اطراف کے قبائل کی گزرگاہ تھی۔ اس محلِ وقوع نے قافلوں کے لیے آسان رسائی فراہم کی، اور یہودی بازاروں پر انحصار ختم کر کے ایک آزاد اسلامی معیشت کی بنیاد رکھ دی۔ یوں نبوی قیادت میں قائم کردہ یہ بازار صرف ایک تجارتی مقام نہ رہا، بلکہ "اسلامی اقتصادی خود انحصاری" کا پہلا عملی نمونہ بن گیا۔[7]

**3-"الارض الموات" (مردہ زمینوں) کو آباد کرنے کی نبوی حکمت عملی:**

"الارض الموات" ان زمینوں کو کہا جاتا ہے جن کی کوئی ملکیت متعین نہ ہو، اور جن پر پہلے کسی قسم کی آبادی یا زراعت کے آثار نہ ہوں چاہے یہ پانی کے انقطاع، پتھروں، ریت یا زمین کی غیر موزونیت کی بنا پر ویران ہوں۔

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی معیشت کو فعال بنانے اور اس میں ترقی لانے کے لیے جو حکمتِ عملی اپنائی، ان میں ایک اہم اقدام غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی حوصلہ افزائی تھی۔ یہ اقدام دراصل اس معاشی بصیرت کا مظہر تھا، جو آپ ﷺ کو اس امر

کے بارے میں حاصل تھی کہ زمین ایک بنیادی پیداواری وسیلہ ہے، اور اگر اس سے بہتر طور پر استفادہ کیا جائے تو نہ صرف رزق کے دروازے کھلتے ہیں بلکہ امت کو غذائی تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔[8]

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک مستقل باب باندھا ہے "باب من أحیا أرضا مواتا" یعنی "جس نے مُردہ زمین کو آباد کیا" اس باب میں انہوں نے متعدد احادیث روایت کی ہیں، جن میں مسلمانوں کو ایسی غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من أحيا أرضًا ميتة فهي له"[9]

"جس نے کسی مردہ (ویران) زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معناه أن من استصلح أرضا ميتة فملكية الموات لمن أحياه"[10]

"اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی ویران زمین کو آباد کرے، وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔"

اسی مضمون کی دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے:

"من أعمر أرضا ليست لأحد فهو أحق"[11]

"جس نے ایسی زمین میں آبادی قائم کی جو کسی کی ملکیت نہ ہو، تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔"

یعنی جو شخص زمین میں کسی بھی قسم کی تعمیر، زراعت یا آبادکاری کا آغاز کرے، وہی زمین کا مستحق اور مالک قرار پائے گا۔ آپ ﷺ کی یہ حکمت عملی جہاں ایک طرف زمین کے بہتر استعمال کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف ملکی مالیاتی وسائل کو بڑھانے کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے اسی باب میں یہ بھی ذکر کیا کہ خلفائے راشدین نے نبی اکرم ﷺ کی اس سنت پر عمل جاری رکھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"قضى به عمر رضي الله عنه في خلافته"[12]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اسی اصول پر فیصلہ فرمایا۔"

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"ورأى ذلك علي رضى الله في أرض الخراب بالكوفة موات"[13]

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی ویران زمینوں کو "موات" قرار دے کر انہیں آباد کرنے کی اجازت دی۔"

یہ آثار اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس نبوی پالیسی کی معاشی و سماجی افادیت کا مکمل ادراک تھا، اور وہ اس کو ترقی اور تمدن کے فروغ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس پالیسی کے نتیجے میں کئی ویران زمینیں قابلِ کاشت بن

گئیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عملی طور پر ان زمینوں کو آباد کرنے کا موقع ملا، جس سے وہ خود کفیل بھی بنے اور ریاست کی مجموعی معیشت بھی مضبوط ہوئی۔

**مبحث دوم: مالیاتی و تجارتی نظم کا نبوی منہج:**

اللہ رب العزت نے ہمیں عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات میں بھی تابعِ شریعت ہونے کا حکم دیا ہے، اور مالی و تجارتی امور میں شریعت کے واضح اصول مقرر کیے ہیں۔ نبوی ﷺ سنت، قول، فعل اور تقریر کے ذریعے ان اصولوں کو ایک جامع، متوازن اور قابلِ عمل ضابطہ بنا دیا گیا، جو اسلامی معیشت کا بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے۔

**غیر فقیہ کو تجارت سے روکنے کی نبوی ہدایت:**

ان اصولوں کی روشنی میں ایک بنیادی قاعدہ یہ مقرر کیا گیا کہ کوئی شخص اس وقت تک تجارت میں مشغول نہ ہو جب تک وہ اس کے شرعی احکام سے واقف نہ ہو۔ چنانچہ سنن الترمذی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”لا يبع في سوقنا إلا من قد تفقه في الدين“[14]

”ہماری منڈی میں وہی شخص خرید و فروخت کرے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو۔“

اس روایت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ صرف علمِ شریعت کے حامل افراد کو تجارت کا اہل سمجھا گیا، تاکہ وہ ناجائز معاملات، سود، دھوکہ اور مشتبہ لین دین سے بچ سکیں۔ مالیاتی معاملات میں علم کا حصول نہ صرف مستحب بلکہ بعض صورتوں میں فرض ہے، جیسا کہ علامہ قرافیؒ فرماتے ہیں:

”فمن باع وجب عليه أن يتعلم ما عيّنه الله وشرعه في البيع، ومن آجر وجب عليه أن يتعلم ماشرعه الله في الإجارة، ومن قارض وجب عليه أن يتعلم حكم الله في القراض“[15]

”جو بیع کرتا ہے، اس پر لازم ہے کہ بیع سے متعلق شرعی احکام سیکھے؛ جو اجارہ کرتا ہے، اس پر اجارے کے احکام سیکھنا فرض ہے؛ اور جو مضاربہ کرے، اسے اس کے احکام معلوم ہونے چاہئیں۔“

فقہی اصطلاح میں جب کسی عمل کو ”لا یجوز“ کہا جائے تو اس کا مطلب ”حرام“ ہوتا ہے۔ لہٰذا تجارت اور مالیات میں داخل ہونے کے لیے شرعی تعلیم اور فہم ناگزیر شرط ہے، کیونکہ یہی دینی فہم، حرام سے بچنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

**ممنوعہ اشیاء کا لین دین اور نبوی ہدایات**

شریعتِ اسلامیہ نے محض تجارتی آداب اور اصول ہی نہیں دیے بلکہ بعض اشیاء کی خرید و فروخت کو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ سنتِ مطہرہ اور قرآن مجید دونوں نے واضح انداز میں ان اشیاء کی تجارت کو ممنوع قرار دیا جن کا استعمال بذاتِ خود ناجائز اور ضرر رساں ہے۔ جیسے: شراب، خنزیر، مردار، بت۔ یہ ممنوعات صرف استعمال تک محدود نہیں بلکہ ان کی تجارت، خرید و فروخت اور نفع حاصل کرنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام". فقيل: يا رسول الله، أرأيت

شحوم الميتة؟ فإنها تطلى بها السفن، وتدهن بها الجلود،ويستصبح بها الناس.فقال : ”لا، هو حرام“ثم قال رسول الله ﷺ عند ذلك:”قاتل الله اليهود، إن الله لما حرم شحومها جملوه ثم باعوه فأكلوا ثمنه“[16]

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! مردار کے چربی (چکنائی) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ہم اسے کشتیوں پر بطور کوٹنگ لگاتے ہیں، چمڑے کی دباغت میں استعمال کرتے ہیں، اور اسے بطور ایندھن جلایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان تمام صورتوں کو صراحتاً حرام قرار دیا اور فرمایا: نہیں! یہ سب حرام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ یہود پر لعنت کرے؛ جب اللہ نے ان پر چربی کو حرام کیا، تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھانے لگے۔“

یہ حدیث مبارکہ نہ صرف حرام اشیاء کی تجارت کی ممانعت پر دلیل ہے بلکہ ان اشیاء کی معاشی طور پر قابلِ استفادہ صورتوں کو بھی ناجائز قرار دیتی ہے، کیونکہ شریعت نے صرف چیز کو نہیں بلکہ اس کے ذریعے حرام نفع کمانے کے تمام راستے بھی بند کر دیے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ احتیال (چالاکی یا حرام کو حلال بنانے کی تدبیر) کے ذریعے حرام تجارت کو جائز بنانے کی ہر کوشش شریعت کے نزدیک مردود ہے۔

**ربا کی قطعی حرمت اور اس پر شدید وعید:**

سنتِ نبوی ﷺ نے قرآنِ کریم کی قطعی حرمت کی تائید کرتے ہوئے ربا کی ہر شکل اور ہر نوع کو حرام قرار دیا، اور اس گناہِ کبیرہ میں ملوث تمام افراد پر لعنت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لعن رسول الله ﷺ آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال: هم سواء“[17]

”اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے، سود لینے والے، سود کا لکھنے والے، اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا : یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔“

یہ سختی اس لیے ہے کہ سودی نظام نہ صرف مالی و تجارتی استحکام کو تباہ کرتا ہے بلکہ معاشرتی انصاف کو بھی پامال کرتا ہے، جس سے پورا معاشرہ عدم توازن، استحصال اور طبقاتی تقسیم کا شکار ہو جاتا ہے۔

**ذخیرہ اندوزی کی ممانعت:**

نبی کریم ﷺ نے اشیائے ضروریہ کو چھپا کر مہنگے داموں فروخت کرنے (احتکار) سے سختی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”لا يحتكر إلا خاطئ“[18]

”صرف گناہگار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔“

اس ممانعت کا مقصد عوام کو استحصال سے بچانا، اور معیشت میں گردشِ دولت کو برقرار رکھنا ہے۔

### حکومتی نرخ بندی سے اجتناب:

جب مدینہ میں مہنگائی ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہمارے لیے قیمت مقرر فرمادیں" آپ ﷺ نے فرمایا:

"غلا السعر على عهد رسول الله ﷺ، فقالوا: يا رسول الله، لو سعرت لنا؟فقال":إن الله هو المسعر، القابض، الباسط، الرازق، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحد منكم يطلبني بمظلمة في دم ولا مال"[19]

"اللہ ہی ہے جو نرخ مقرر کرتا ہے، رزق کشادہ کرتا ہے، تنگ کرتا ہے، اور عطا فرماتا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن میرا دامن کسی پر ظلم کے حوالے سے پکڑا جائے۔"

یہ قول ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ بازار کی قیمتوں کا تعین آزادانہ طور پر ہو، بشرطیکہ عدل اور دیانت داری قائم رہے۔

### قیمتیں چڑھانے والے تاجروں پر سخت وعید:

نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر وعید فرمائی جو مسلمانوں کی قیمتوں میں جان بوجھ کر اضافہ کرتا ہے۔ فرمایا:

"من دخل في شيء من أسعار المسلمين ليغلي عليهم، كان حقًا على الله أن يقذفه في معظم جهنم".وفي رواية": يقذفه الله في النار على رأسه"[20]

"جو شخص مسلمانوں کی قیمتوں میں مداخلت اس نیت سے کرے کہ انہیں مہنگائی میں مبتلا کرے، اللہ پر لازم ہے کہ وہ اسے جہنم کی گہرائی میں اوندھے منہ پھینک دے۔"

### دیہی تاجروں کے استحصال سے ممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے ان تاجروں کو روکا جو دیہاتی لوگوں سے راستے میں ملاقات کرکے مارکیٹ سے پہلے ان کی اشیاء سستے داموں خرید لیتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اتلقوا الركبان، ولا يبع حاضر لباد قال: فقلت لابن عباس: ما قوله: لا يبع حاضر لباد؟قال: لا يكون له سمسارًا"[21]

"دیہات سے آنے والے تاجروں کو (راستے میں) مت روکو، اور شہری کسی دیہاتی کے لیے بیچنے کا کام نہ کرے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: "حاضر کا باد کے لیے بیچنا کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: یعنی شہری اس کے لیے دلال نہ بنے۔"

### فاسد بیوع اور دھوکہ دہی پر پابندی:

نبی کریم ﷺ نے ان تمام تجارتی صورتوں سے منع فرمایا جن میں دھوکہ، غرر (غیر یقینی)، یا جہالت ہو، مثلاً:

- پھلوں کو پکنے سے پہلے بیچنا، جیسے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"نهى النبي ﷺ عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها، نهى البائع والمبتاع"[22]

”نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔ اور یہ ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کے لیے ہے۔“

- ملامسہ و منابذہ (دیکھے بغیر صرف چھو کر خریدنا)، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”نہی رسول الله ﷺ عن المنابذة، والمنابذة أن ينبذ الرجل إلى الرجل بثوبه، وينبذ الآخر إليه بثوبه، وذلك يتبايعان دون أن ينظر أحدهما إلى ثوب الآخر“[23]

”رسول اللہ ﷺ نے منابذہ سے منع فرمایا۔ منابذہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنا کپڑا پھینک دے اور دوسرا بھی اسی طرح کرے، اور دونوں اس بنیاد پر خرید و فروخت کریں کہ کسی نے دوسرے کا کپڑا دیکھے بغیر سودا کر لیا۔“

”نہی رسول الله ﷺ عن الملامسة، والملامسة أن يلمس الرجل الثوب ولا ينشره“[24]

”نبی کریم ﷺ نے ملامسہ سے بھی منع فرمایا۔ ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص کپڑے کو چھو کر، بغیر کھولے اور دیکھے، خریدنے کا فیصلہ کرے۔“

- مزابنہ (پھل کا پیمائش کے بدلے سودا)، آپ ﷺ نے ارشار فرمایا:

”أن رسول الله ﷺ نہی عن المزابنة، والمزابنة أن يبيع ثمر النخل بتمر كيلًا“[25]

رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے تازہ پھل کو خشک کھجور سے وزن کے بدلے بیچا جائے۔

- نجش (جعلی بولی لگا کر خریدار کو دھوکہ دینا) وغیرہ، اشاد نبوی ﷺ ہے:

”نہی رسول الله ﷺ عن النجش“[26]

”رسول اللہ ﷺ نے نجش سے منع فرمایا، یعنی قیمت کو مصنوعی طور پر چڑھانے سے۔“

یہ تمام صورتیں صارف کے اعتماد اور مارکیٹ کے توازن کو نقصان پہنچاتی ہیں، اس لیے اسلام نے ان سے مکمل اجتناب کا حکم دیا۔

**غیر منقولہ جائیداد کی فروخت کی ناپسندیدگی:**

نبی کریم ﷺ نے مکان یا زمین فروخت کر کے اس رقم کو اسی جیسے اثاثے میں نہ لگانے کو غیر پسندیدہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

”من باع دارًا أو عقارًا فلم يجعل ثمنه في مثله كان قمنًا أن لا يُبارك فيه“[27]

”جو شخص مکان یا زمین بیچے اور اس کی قیمت کو اسی طرح کی چیز میں نہ لگائے، اس میں برکت نہیں ہو گی۔“

یہ ہدایت جائیداد کی گردش اور آبادی کے فروغ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

### نیلامی (بیع المزاد) کی اجازت:

رسول اللہ ﷺ نے نیلامی کے طریقے (بیع من یزید) کی اجازت مرحمت فرمائی، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"من يشتري هذا الحلس والقدح؟فقال رجل: أنا آخذهما بدرهم، فقال النبي ﷺ: من يزيد على درهم؟ من يزيد على درهم؟ فأعطاه رجل درهمين، فباعهما منه."[28]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو یہ دری اور پیالہ خریدے؟" ایک شخص نے کہا: "میں اسے ایک درہم میں لیتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی ایک درہم سے زیادہ دے گا؟ کیا کوئی زیادہ دیتا ہے؟ پھر ایک اور شخص نے دو درہم دیے، تو آپ ﷺ نے وہ چیزیں اسے بیچ دیں۔"

یہ جائز منافع اور شفاف بولی کی ترغیب پر دلالت کرتا ہے۔

### وکالت اور بیع فضولی کی مشروعیت:

رسول اللہ ﷺ نے وکالت کے ذریعے تجارت کرنے اور غیر ملکی بیع (بیع الفضولی) کو بھی جائز قرار دیا، بشرطیکہ مالک کی اجازت حاصل ہو۔ حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أعطى رسول الله ﷺ رجلاً ديناراً يشتري له به شاة، فاشترى له به شاتين، فباع إحداهما بدينار، فجاء بشاة ودينار، فدعا له رسول الله ﷺ بالبركة في بيعه، فكان لو اشترى التراب لربح فيه"[29]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک دینار دیا کہ وہ اس سے ایک بکری خرید کر لائے۔ اس شخص نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا، اور نبی ﷺ کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لے آیا۔ جب اس نے آپ ﷺ کو یہ واقعہ بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہارے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرمائے۔"

## مبحث سوم: ریاستِ مدینہ کی اقتصادی سرگرمیاں اور نبوی حکمت عملی

### 1- بازاروں اور تجارت کی تنظیم سازی میں نبوی طرز:

بازار کسی بھی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ مرکز ہوتے ہیں جہاں معاشی سرگرمیاں رواں دواں ہوتی ہیں، اور یہ ریاست کے مالی و تجارتی ڈھانچے کو توانائی فراہم کرتے ہیں۔ نبوی دور میں یہ بازار انتہائی فعّال اور منظم تھے، جس کی کئی وجوہات تھیں، جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ جغرافیائی خطہ: جہاں اسلامی ریاست قائم ہوئی، وہاں کے لوگ قبل از اسلام ہی تجارتی مہارت کے حامل تھے۔ اس کا ثبوت ہمیں عرب کی مشہور تاریخی منڈیوں سے بھی ملتا ہے، جیسے:

- سوق عُکاظ

- سوق مجنة
- سوق ذي المجاز

یہ بازار نہ صرف تجارت کے مراکز تھے بلکہ عرب معاشرت، زبان، شعر و ادب، اور قبائلی تعلقات کے مرکز بھی سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، تو ان موجودہ تجارتی روایات کو اسلامی اصولوں پر منظم فرمایا اور معیشت کو اخلاقی، عدالتی اور شرعی دائرے میں داخل کر کے ایک منفرد اسلامی نظام کی تشکیل دی۔[30]

چونکہ رسول اللہ ﷺ اور مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق مکہ مکرمہ سے تھا، اس لیے ان میں سے اکثر کا پیشہ تجارت تھا۔ وہ نہ صرف تجارت سے مانوس تھے بلکہ اس کے مختلف اسالیب، ضوابط اور حکمتِ عملیوں میں مہارت رکھتے تھے۔ یہی تجارتی تجربہ ان کے لیے مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد معاشی سرگرمیوں کے تسلسل کا ذریعہ بنا۔ اسی پس منظر میں امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

> "كنت رجلاً مسكيناً، أخدم رسول الله ﷺ على ملء بطني، وكان المهاجرون يشغلهم الصفق بالأسواق، وكانت الأنصار يشغلهم القيام على أموالهم"[31]
>
> "میں ایک مسکین آدمی تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت اس شرط پر کرتا تھا کہ مجھے پیٹ بھر کر کھانے کو ملے۔ مہاجرین کو بازاروں میں لین دین مشغول رکھتا، اور انصار اپنی زمینوں اور اموال کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- مہاجر صحابہ بنیادی طور پر تجارتی سرگرمیوں سے وابستہ رہے۔
- جبکہ انصار مدینہ زرعی ومالی ذرائع کے نگہبان تھے۔
- اور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں طبقات کی معاشی صلاحیتوں کو ہم آہنگ اور مربوط کرنے کا فطری اور بابرکت نظام قائم فرمایا۔

اسی پس منظر میں رسول اللہ ﷺ نے بازاروں کی تنظیم و اصلاح کے لیے وہ تمام اقدامات کیے جو اخلاقی اقدار، شفاف تجارت، دیانت داری، اور عدل پر مبنی تھے۔ آپ ﷺ کی طرف سے دی جانے والی بازار سے متعلق ہدایات محض عملی رہنمائی نہ تھیں، بلکہ اسلامی اقتصادی فکر کی اساس بنیں۔ یہ نبوی ہدایات درج ذیل جہات سے نمایاں ہوتی ہیں:

### 1-خرید و فروخت میں دھوکہ دہی (غش) کی حرمت:

اسلامی تعلیمات میں تجارتی معاملات میں دیانت داری کو بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے غش (دھوکہ دہی) کو نہایت شدید الفاظ میں مذمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غش فليس منا"[32]

"جس شخص نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا، وہ ہم میں سے نہیں، اور جس نے دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔"

اس حدیث میں غش کو اسلامی اخوت اور امتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت کے مترادف قرار دیا گیا ہے، جو اس گناہ کی سنگینی کو واضح کرتا ہے۔ مزید برآں، نبی کریم ﷺ بازاروں کا خود معائنہ فرمایا کرتے تاکہ کسی بھی بدعنوانی یا دھوکہ دہی کے عمل کی فوری نشاندہی اور اصلاح کی جاسکے۔ ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"مر رسول الله ﷺ على صبرة طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله، قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ من غش فليس مني"[33]

"نبی کریم ﷺ ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اپنا ہاتھ اس میں داخل فرمایا، تو نیچے نمی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے غلہ کے مالک! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بارش لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اسے اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ دیکھ لیتے؟ پھر فرمایا: جس نے دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔"

یہ واقعہ نہ صرف غش کی ممانعت کا عملی اظہار ہے بلکہ صارف کے حقِ معلومات (Right to Information) کو بھی تسلیم کرتا ہے، جو کہ آج کے جدید صارف قوانین کا ایک مرکزی اصول ہے۔

**2- جھوٹی قسم کے ذریعے اشیاء کی فروخت کی ممانعت:**

دورِ نبوت سے قبل معاشرتی اور تجارتی زندگی میں بعض اخلاقی برائیاں رائج تھیں، جن میں ایک نمایاں اور خطرناک عمل یہ تھا کہ جھوٹی قسم کے ذریعے سامان فروخت کیا جاتا تاکہ خریدار کو متاثر کر کے اس پر چیز بیچ دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو نہ صرف سختی سے منع فرمایا بلکہ اسے ایک تباہ کن تجارتی رویہ قرار دیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الحلف منفقة للسلعة، ممحقة للربح"[34]

"قسم کھانا سامان کو تو بکوا دیتا ہے، لیکن نفع کو مٹا دیتا ہے۔"

حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ: جھوٹی یا بار بار کی قسم سے سودے کی وقتی کامیابی تو ممکن ہو سکتی ہے، لیکن طویل المدتی نقصان، برکت کی کمی اور اخلاقی گراوٹ یقینی ہوتی ہے۔

**3- ذخیرہ اندوزی (احتکار) کی ممانعت:**

ذخیرہ اندوزی (الاحتکار) دورِ نبوی میں ایک معاشی چیلنج کی صورت میں موجود تھی، خصوصاً اس وقت جب بعض اجناس کی قلت پیدا

ہو جاتی، جیسے: قدرتی وجوہات کی بنا پر، مثلاً بارش کا نہ ہونا یا موسمی تغیر، یا سیاسی اسباب کے نتیجے میں، مثلاً یہودیوں اور مشرکین کے باہمی اتحاد کے ذریعے مسلمانوں کا معاشی محاصرہ ایسے حالات میں بعض تاجر اشیائے ضروریہ کو روک کر ان کی قیمتوں میں مصنوعی اضافہ کرتے، جس سے عوام الناس شدید متاثر ہوتے۔ اسلامی ریاست میں ایسی معاشی ناانصافی کو برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو سختی سے منع فرمایا۔ حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يحتكر إلا خاطئ"[35]

"صرف گناہگار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔"

اس حدیث میں "خاطئ" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو فاعلِ معصیت کے لیے مخصوص ہے، نہ کہ خطا سے غیر ارادی طور پر گناہ کرنے والے کے لیے، یعنی ذخیرہ اندوزی شعوری اور دانستہ ظلم ہے، جس سے معاشرتی ناہمواری، مہنگائی اور طبقاتی تفاوت جنم لیتے ہیں۔

**4- بازار میں اسلحہ لے کر چلنے کی ممانعت:**

دورِ رسالت میں چونکہ مسلمان ایک نوپید ریاست میں زندگی گزار رہے تھے اور اکثر دفاعی خطرات کا سامنا رہتا، اس لیے اس وقت اسلحہ ساتھ لے کر چلنا ایک عام اور ضرورتاً اختیار کردہ عمل تھا۔ لوگ مسجد یا بازار میں جاتے تو ان کے ساتھ تیر و کمان یا دیگر ہتھیار بھی ہوتے۔ لیکن بازار چونکہ خلقت سے بھرا ہوا مقام ہوتا ہے، جہاں عوام الناس کا اجتماع ہوتا ہے، اس لیے ایسے مواقع پر اسلحہ کا بے احتیاطی سے اٹھایا جانا دوسروں کو غیر ارادی طور پر نقصان پہنچا سکتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس اہم پہلو کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بازار میں اسلحہ کی احتیاطی تدابیر کو ضابطہ بنایا، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"إذا مر أحدكم في مسجدنا أو في سوقنا ومعه نبل، فليمسك على نصالها بكفه، لا يعقر مسلماً"[36]

"جب تم میں سے کوئی شخص ہمارے مسجد یا بازار میں گزرے اور اس کے ساتھ تیر ہوں، تو چاہیے کہ ان کی نوکوں کو اپنے ہاتھ سے تھامے رکھے، ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچا دے۔"

اس حدیث سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- نبی کریم ﷺ نے اجتماعی مقامات پر عوام کے تحفظ کو اولین اہمیت دی،
- بازار صرف خرید و فروخت کا مقام نہیں، بلکہ ایک سماجی مرکز ہے جہاں امن و اطمینان کا ماحول بنیادی تقاضا ہے،
- یہ ہدایت دراصل اسلامی فہمِ شہریّت (Civic Responsibility) کی بنیاد ہے، جس کا مقصد اجتماعی مفاد کو انفرادی بے احتیاطی پر ترجیح دینا ہے۔

**5- مسلمان کے سودے پر سودہ بازی کی ممانعت:**

دورِ جاہلیت میں رائج بعض معاشی اور سماجی رویوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایک شخص دوسرے کے جاری سودے میں مداخلت کر کے اس پر سودا کر لیتا، یا کسی کے نکاح کے معاملات میں دخل انداز ہو کر خود رشتہ طلب کر لیتا۔ یہ رویہ اخلاقی بددیانتی اور

معاشرتی انتشار کا سبب بنتا تھا۔ اسلام نے ان رویوں کا سدِّباب کیا، اور نبی کریم ﷺ نے ان معاملات میں باقاعدہ اخلاقی حدود اور اجتماعی ادب وضع فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا يبيع بعضكم على بيع بعض، ولا يخطب بعضكم على خطبة بعض"[37]

"تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے، اور نہ ہی کوئی دوسرے کی منگنی پر منگنی کرے۔"

اس ارشادِ نبوی کا مقصد بازار میں عدل، اعتماد اور خیر خواہی کے اصولوں کو فروغ دینا ہے، تاکہ:

- تاجر باہم حسد و حرص کا شکار نہ ہوں؛
- خریدار و فروخت کنندہ کا باہمی اعتماد مجروح نہ ہو،
- اور معاشی مقابلہ شفاف اور اخلاقی حدود کے اندر رہے۔

### 6- تلقی الرکبان (دیہی تاجروں سے بازار سے باہر خریداری) کی ممانعت:

نبوی عہد میں تجارت میں دیانت اور عدل کو برقرار رکھنے کے لیے بعض ناجائز تجارتی چالوں کو روکنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان میں سے ایک عمل یہ تھا کہ شہری تاجر، بیرونی علاقوں سے آنے والے دیہی فروشندوں (الرکبان) کو بازار میں داخل ہونے سے پہلے راستے میں ہی روک لیتے اور ان کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قیمت سے کم نرخ پر سامان خرید لیتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرزِ عمل کو بے انصافی اور استحصال قرار دیا اور اسے سختی سے منع فرمایا، تاکہ دیہی تاجر کو بھی قیمت کا درست تعین معلوم ہو سکے اور وہ اپنی محنت کا جائز معاوضہ حاصل کر سکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تلقوا الركبان، ولا يبع حاضر لباد، فمن تلقى منهم شيئاً فاشتراه، فإذا أتى سوقه، فهو بالخيار"[38]

"دیہی مال لانے والوں کا استقبال نہ کرو، اگر کوئی ان سے راستے میں سامان خرید لے اور بعد میں مالک (فروشندہ) بازار پہنچے تو اُسے سودا واپس لینے یا برقرار رکھنے کا اختیار حاصل ہے۔"

نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"نهى رسول الله ﷺ أن تُتَلَقّى السلع حتى يهبط بها السوق"[39]

"نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ سامان کو اس وقت تک خریدا جائے جب تک وہ بازار میں نہ پہنچ جائے۔"

### 2- شراکت اور نظمِ نبوی ﷺ:

شراکت لغت میں دو یا زیادہ افراد کے حصص کے اس امتزاج کو کہتے ہیں۔[40] جس میں کسی کا حصہ ممتاز نہ رہے، اور اصطلاحاً یہ سرمایہ اور منافع میں شراکت کا معاہدہ ہوتا ہے، جیسا کہ عون المعبود میں ہے:

"فهي عقد بين المتشاركين في رأس المال والربح"[41]

اسلام سے پہلے بھی شراکت کا تصور موجود تھا، جس کا ذکر قرآن میں مختلف صورتوں میں آتا ہے۔[42] نبی کریم ﷺ نے شراکت کو شرعی ضوابط کے تحت منظم کیا۔ حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے بغیر اطلاع بیچنے کی صورت میں شریک کو ترجیحی حق (شفعت) دیا۔

"قضى رسول الله ﷺ بالشفعة في كل شركة لم تُقسم، ربعة أو حائط، لا يحل له أن يبيع حتى يؤذن شريكه، فإن شاء أخذ، وإن شاء ترك، فإن باع ولم يؤذنه، فهو أحق به"[43]

"ایسی ہر شرکت میں جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو، چاہے وہ رہائشی زمین ہو یا دیوار (وغیرہ)، اس میں حقِ شفعہ موجود ہے۔ کسی شریک کے لیے جائز نہیں کہ وہ (اپنا حصہ) بیچے جب تک اپنے شریک کو اطلاع نہ دے۔ اگر وہ چاہے تو خرید لے، اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ اور اگر اس نے بغیر اطلاع دیے بیچ دیا تو شریک کو اس (حصے) کا زیادہ حق ہے۔"

مدینہ کی معیشت میں زراعت کو بنیادی اہمیت حاصل تھی، اور مہاجر و انصار کے درمیان اخوت کے بعد شراکت کے متعدد مظاہر سامنے آئے۔ اسی پس منظر میں نبی ﷺ نے بعض مواقع پر یہودیوں سے بھی شراکت قائم کی، جیسا کہ خیبر کی زمین کے معاملے میں، جہاں نبی ﷺ نے انہیں نصف پیداوار پر کام جاری رکھنے کی اجازت دی، حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے انہیں بعد میں وہاں سے نکال دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أن رسول الله ﷺ لما ظهر على خيبر، أراد إخراج اليهود منها، وكانت الأرض لله ولرسوله وللمسلمين، فسألت اليهود أن يقرهم بها على أن يكفوا عملها، ولهم نصف الثمر، فقال: نقركم بها على ذلك ما شئنا، فقروا بها حتى أجلاهم عمر إلى تيماء وأريحاء"[44]

"جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو آپ ﷺ یہودیوں کو وہاں سے نکال دینا چاہتے تھے۔ اس وقت وہ زمین اللہ، رسول اور مسلمانوں کی ملکیت تھی۔ یہودیوں نے درخواست کی کہ ہمیں یہاں رہنے دیا جائے، ہم زمین کا کام کریں گے، اور پیداوار کا آدھا حصہ ہمارا ہو گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہیں یہاں رہنے دیتے ہیں، جب تک ہم چاہیں، چنانچہ وہ وہاں مقیم رہے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے ان کو تیماء اور اَریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔"

### 3-عہدِ نبوی میں کرنسی:

سیرتِ نبوی اور کتبِ حدیث میں متعدد شواہد اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عہدِ نبوی میں مروجہ کرنسی درہم (چاندی) اور دینار (سونا) پر مشتمل تھی، جن کا استعمال نہ صرف تجارت بلکہ عمومی لین دین میں بھی عام تھا۔

**دینار کا استعمال:** حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"اشتريت يوم خيبر قلادة باثني عشر ديناراً، فيها ذهب وخرز، ففصلتها، فوجدت فيها أكثر من اثني عشر ديناراً، فذكرت ذلك للنبي ﷺ، فقال: لا تُباع حتى تُفصل"[45]

"میں نے خیبر کے دن بارہ دینار میں ایک ہار خریدا، جس میں سونا اور منکوں (خرز) کا ملا جلا مجموعہ تھا۔ جب میں نے اسے الگ کیا تو اس میں بارہ دینار سے زیادہ سونا نکلا۔ میں نے اس معاملے کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک بیع نہ کرو جب تک اسے الگ الگ نہ کر لو (یعنی سونا اور خرز جدا نہ ہو جائیں)۔"

**دراہم کا استعمال:** حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

"اشترى مني رسول الله ﷺ بعيراً بوقيتين ودرهم، أو درهمين، فلما قدم صراراً أمر ببقرة فذبحت، فأكلوا منها، فلما قدم المدينة، أمرني أن آتي المسجد فأصلي ركعتين، ووزن لي ثمن البعير، فأرجح لي"[46]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک اونٹ دو "وقیہ" اور ایک یا دو درہم کے عوض خریدا۔ جب آپ "صرار" (مدینہ کے قریب ایک مقام) پہنچے تو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، اور سب نے اس میں سے کھایا۔ جب مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ مسجد میں آؤ اور دو رکعت نماز ادا کرو، پھر آپ ﷺ نے مجھے اونٹ کی قیمت دی، اور کچھ زائد بھی عنایت فرمایا۔"

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں رقوم کا تعین وزن کے ذریعے کیا جاتا تھا، جو عین انصاف پر مبنی مالیاتی رویہ تھا۔

**کرنسی کے متبادل الفاظ:**

اس دور میں سکّہ رائج الوقت کو مختلف ناموں سے جانا جاتا تھا؛ مثلاً: ذھب (سونا)، فضۃ (چاندی)، سکۃ (سکہ)، ورق (چاندی کے سکے) چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"جاءنا ناس من الأعراب إلى رسول الله ﷺ، عليهم الصوف، فرأى سوء حالهم قد أصابتهم حاجة، فحث الناس على الصدقة، فأبطأوا عنه، حتي روي ذلك وجهه. قال: ثم إن رجلا من الأنصار جاء بصرة من ورق، ثم جاء آخر ثم تتابعوا حتى عرف السرور في وجهه...الحديث"[47]

"کچھ دیہاتی لوگ (غریب الحال) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جنہوں نے صوف پہنا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی حالت دیکھ کر صدقے کی ترغیب دی۔ ابتدا میں لوگ پیچھے رہے، حتیٰ کہ آپ کے

چہرۂ مبارک پر اثرات نمودار ہوئے۔ پھر ایک انصاری شخص چاندی کی تھیلی لے کر آیا، اس کے بعد دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوئے، یہاں تک کہ چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔"

**درہم و دینار کا زرِ تبادلہ کے طور پر استعمال:**

زرعی زمینوں کے کرائے کے ضمن میں بھی ان کرنسیوں کا استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ حنظلہ بن قیس روایت ہے:

"أنه سأل رافع بن خديج عن كراء الأرض؟ فقال: نهى رسول الله ﷺ عن كراء الأرض، قال: فقلت: أبالذهب والورق؟ فقال: أما بالذهب والورق، فلا بأس به"[48]

"رافع بن خدیج سے زمین کے کرایہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے زمین کے کرایہ سے منع فرمایا۔ میں نے پوچھا: کیا اگر وہ کرایہ سونے یا چاندی سے ہو؟ فرمایا: سونے اور چاندی کے بدلے لینا جائز ہے"

**4-عہدِ نبویؐ میں اوزان، پیمانے اور ناپ تول کا نظام:**

عہدِ رسالت میں تجارتی سرگرمیوں کے فروغ، بازاروں کی فعّالیت اور معاشی لین دین کی شفافیت اس امر کی متقاضی تھی کہ ایسے معیاری نظامِ اوزان و پیمائش رائج کیے جائیں جو نہ صرف تجارتی لین دین کو ضابطے میں لائیں بلکہ معاشی عدل و انصاف کے قیام میں بھی بنیادی کردار ادا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں اشیاء کے تبادلے اور خرید و فروخت کو منصفانہ بنیادوں پر استوار رکھنے کے لیے ناپ تول، وزن اور پیمائش کے اصولی قواعد رائج کیے گئے۔ ان پیمانوں کو شرعی و اجتماعی طور پر تسلیم شدہ حیثیت حاصل تھی، اور یہی اصول مالی معاملات میں انصاف کا معیار اور حقوق کی ادائیگی کا پیمانہ بنے۔ یہ نظام صرف تجارتی آسانی کا ذریعہ نہ تھا بلکہ اسلامی معیشت کی اخلاقی روح کی عکاسی بھی کرتا تھا، کیونکہ اس میں دھوکہ دہی، کم تولنے یا ناپنے، اور ناجائز منافع خوری کی گنجائش باقی نہیں تھی۔ لہٰذا، یہ کہنا بجا ہوگا کہ اوزان و مکائیل کا ضابطہ، ریاستِ مدینہ کے اقتصادی نظم کا وہ ستون تھا جس نے نہ صرف بازار کی شفافیت کو یقینی بنایا بلکہ اسلامی معاشرت کو عدل، دیانت اور اجتماعی اعتماد کی بنیادوں پر استوار کیا۔ اس عنوان میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں: 1-الأوزان، 2-المکاییل، 3-المقاییس۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

**1-الأوزان:**

عہدِ نبوی ﷺ میں جو متعدد اوزان رائج تھے، ان میں اوقیہ، نش، نواۃ، قیراط اور مثقال شامل ہیں۔ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا مہر دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا:

"كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشا، قالت: أتدري ما النش؟ قال: لا، قالت: نصف أوقية، فتلك خمسمائة درهم، فهذا صداق رسول الله ﷺ لأزواجه"[49]

”نبی کریم ﷺ اپنی ہر بیوی کو بارہ اوقیہ اور ایک نش مہر دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: جانتے ہو ”نش“ کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو انہوں نے کہا: آدھا اوقیہ۔ اس طرح کل پانچ سو درہم بنتے ہیں، یہی نبی ﷺ کا اپنی ازواج کے لیے مہر تھا۔“

اسی نوعیت کی ایک اور روایت حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے، جس میں آتا ہے:

”رأى النبي صلى الله عليه وسلم على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة، فقال: ما هذا؟ قال: تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب. قال: فبارك الله لك، أولم ولو بشاة“[50]

”نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے جسم پر زردی دیکھی تو دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے اور مہر میں ایک نواۃ (یعنی سونے کی ایک مقدار) ادا کی ہے، نبی کریم ﷺ نے انہیں نکاح کی خوشی میں ولیمہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: 'اللہ تمہیں برکت دے، ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری سے ہو“

چنانچہ احادیث کی متعدد کتب میں قیراط اور مثقال جیسے اوزان کا تذکرہ بھی موجود ہے[51]، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس دور میں مالی لین دین کے لیے ایک مربوط اور متعین نظامِ وزن رائج تھا، جو عدل، شفافیت اور اجتماعی اعتماد کے اصولوں پر مبنی تھا۔

## 2-المکاییل:

عہدِ نبوی ﷺ میں استعمال ہونے والے پیمانوں (مکاییل) سے متعلق متعدد احادیث ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ اس دور میں صاع (جو اوسطاً چار مد کے برابر تھا)[52]، مد (جو تقریباً ایک شخص کی دو بھرے ہوئے ہاتھوں کی مقدار کو ظاہر کرتا ہے)[53]، وسق (جو ساٹھ صاع کے برابر شمار ہوتا تھا)[54]، مکاکیک[55] اور فرق (مکاکیک اور فرق: جن کا استعمال نسبتاً کم مقدار یا مخصوص اشیاء کے لیے ہوتا تھا)[56] جیسے پیمانے رائج تھے۔ ریاست مدینہ میں وزن (اوزان) کا استعمال باریک اور قلیل المقدار اشیاء کے لیے ہوتا تھا۔ جبکہ ”مکاییل“ کا استعمال زرعی پیداوار، خوردنی اجناس اور بڑی مقدار کی اشیاء کی خرید و فروخت میں کیا جاتا تھا، جو کہ مدینہ جیسے زرعی معاشرے کے لیے نہایت موزوں تھا۔ چنانچہ امام طبرانیؒ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

”رَخَّصَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم في العَرايا أن تُباعَ بخرصِها كيلاً“[57]

”رسول اللہ ﷺ نے عُرایا کے معاملے میں یہ رخصت دی کہ انہیں اندازے (خرص) سے ماپ کر فروخت کیا جائے۔“

## 3-المقاییس:

عہدِ نبوی میں جن پیمائشوں کا رواج تھا، ان کا ذکر متعدد احادیث و آثار میں ہوا ہے، جن میں شبر (بالشت)، ذراع (ہاتھ کا پھیلاؤ)، میل (فاصلے کی اکائی) اور باع (بازو کے پھیلاؤ کے برابر لمبائی) شامل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وجعل اثني عشر ميلاً حول المدينة حمى"[58]

" اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے گرد بارہ میل کے دائرے کو محفوظ حرم قرار دیا۔"

یہ روایت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ "میل" کو زمینی فاصلے کی اکائی کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح "ذراع" بھی فاصلہ ناپنے کا ایک رائج معیار تھا۔ ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت میں ہے:

"إذا اختلفتم في الطريق فاجعلوه سبعة أذرع، ومن بنى بناء فليدعمه حائط جاره"[59]

"جب تم راستے میں اختلاف کرو، تو اسے سات ہاتھ (اذرع) چوڑا کر دو، اور جو شخص کوئی عمارت بنائے تو اپنے پڑوسی کی دیوار کا خیال رکھے۔"

اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں "زراع" بھی ایک پیمانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ یہی وہ تمدنی بیداری اور حضاری تعمیر تھی جسے آپ ﷺ نے نہایت قلیل مدت میں متعارف کروایا اور ایک ہمہ جہت ریاست کی بنیاد رکھی۔

**مبحث چہارم: صنعت، زراعت، اور تجارت میں آپ ﷺ کی اصلاحی کوششیں**

سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ مالی نظم و نسق اور تجارتی اُمور سے متعلق اصولوں کی بنیاد عہدِ مکی ہی میں رکھ دی گئی تھی، جس کے ابتدائی نقوش آپؐ کی طفولیت اور شباب ہی میں نمایاں ہونے لگے تھے۔ بعد ازاں، عہدِ مدنی میں ان اصولوں کو وقت کی ضروریات اور معاشرتی تقاضوں کے تحت مؤثر انداز میں وسعت دی گئی، حتیٰ کہ یہ اقدامات ایک باقاعدہ ریاستی نظام کی تشکیل کی جانب پیش قدمی کا مؤثر ذریعہ بنے، جو جدید ریاستی تصور سے ہم آہنگ ابتدائی خدوخال کا حامل تھا۔

**1- تجارتی نظام میں نبوی ﷺ اصلاحات:**

نبی اکرم ﷺ کی مالی و تجارتی پالیسیوں میں سب سے نمایاں پہلو بازار کی تنظیم اور معاشی اصولوں کا تعین تھا۔ تجارت وہ میدان ہے جہاں نبوی حکمت اور عملی تدبیر سب سے زیادہ نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔ نبی ﷺ نے عہد مدنی میں حالات کا گہرا مشاہدہ کیا، خاص طور پر جب آپ نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کی تجارتی سرگرمیوں پر یہودیوں نے مکمل قبضہ کر رکھا ہے، تو آپ ﷺ نے متبادل معاشی نظام کی بنیاد رکھی۔ جس کی مکمل تفصیل "مبحث اول" کے تحت گزر چکی ہے۔ جیسے: "آزاد منڈی کا قیام"، "تجارتی معاملات میں شرعی رہنمائی"، "بازار کی نگرانی اور اخلاقی ضوابط" وغیرہ۔

**2-زرعی نظام میں نبوی ﷺ اصلاحات:**

مدینہ منورہ کی سماجی و اقتصادی ساخت زیادہ تر زرعی معاشرے پر مشتمل تھی، جہاں زراعت بنیادی ذریعہ معاش تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف زراعت کی اہمیت کو اجاگر کیا، بلکہ زمین کے استعمال اور پیداوار میں اضافہ کے لیے عملی اصلاحات بھی نافذ فرمائیں۔ آپ ﷺ کی زرعی پالیسیوں میں ترقی، عدل اور سماجی فلاح کے اصول نمایاں طور پر جھلکتے ہیں۔

**i-زمین کی کاشت پر زور اور بیکار چھوڑنے کی ممانعت:**

نبی ﷺ نے زمین کو بیکار چھوڑنے کے بجائے اسے کاشت کرنے کی ترغیب دے کر آباد کرنے والے کو اس کا مالک قرار دے دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من أحيا أرضًا ميتة فهي له“[60]

”جس نے کسی مردہ (ویران) زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ملکیت ہے۔“

یہ ہدایت مدینہ میں موجود غیر آباد اور غیر مستعمل زمینوں کو زرعی پیداوار میں لانے کی عملی کوشش تھی۔

**ii- زرعی جھگڑوں کا فیصلہ اور عدالتی رہنمائی:**

نبی ﷺ نے زرعی تنازعات کے حل میں عدل و حکمت پر مبنی فیصلے فرمائے۔ مشہور واقعہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کے درمیان نہری پانی کے استعمال پر اختلاف کا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قال: اسق يا زبير، ثم احبس الماء حتى يرجع إلى الجدر“[61]

”زبیر! تم پانی دو، پھر اسے اس وقت تک روکے رکھو جب تک کھیتوں کی جڑیں نہ تر ہو جائیں۔“

**3-صنعت وحرفت میں نبوی ﷺ اصلاحات:**

عرب معاشرے میں پیشہ ورانہ کام خصوصاً صنعت و حرفت کو قبل از اسلام حقیر سمجھا جاتا تھا، اور دستکاری کرنے والوں کو معاشرتی لحاظ سے کم تر درجے میں دیکھا جاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس رجحان کی اصلاح کی، اور صنعتی و پیشہ ورانہ شعبوں کو عزت بخشی، تاکہ معاشی خود کفالت اور سماجی عدل کو فروغ ملے۔

**i-پیشہ ورانہ محنت کی ترغیب:**

آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کمائی کو بہترین ذریعہ معاش قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ما أكل أحدٌ طعامًا قطُّ خيرًا من أن يأكل من عمل يده، وإن نبي الله داود عليه السلام كان يأكل من عمل يده“[62]

”کسی نے کبھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر رزق نہیں کھایا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔“

**ii-کاریگروں (ہنرمندوں) کی افادیت:**

آپ ﷺ اسلحہ ساز اور ہنرمندوں کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے خیبر کے قیدیوں میں سے 30 ہنرمندوں (لوہاروں اور سناروں) کو آزاد کر کے انہیں اسلامی ریاست کے صنعتی مفاد کے لیے باقی رکھا تاکہ جنگی ضروریات اور روزمرہ اشیاء کی تیاری میں ان کے فن سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔[63]

**خلاصہ:**

اس تحقیق کے اختتام پر۔ جس میں ہم نے عہد نبوی میں ریاست کی معاشی بنیادوں کے قیام و تفعیل کے لیے اختیار کردہ نبوی منہج کا جائزہ لیا۔ ہم چند اہم نتائج تک پہنچے، جنہیں مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. نبی کریم ﷺ کی معاشی اصلاحات نے اقتصادی شعبے کو ہمہ گیر ترقی دی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور عملی اقدامات کے باعث تجارت و معیشت میں ایسا انقلابی ارتقاء واقع ہوا جس نے اس وقت کی زبوں حالی کو بلندی و استحکام میں بدل دیا۔
2. مواخاتِ مدینہ کی حکیمانہ پالیسی نے ایک جامع اقتصادی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس بھائی چارے کے نظام نے صرف سماجی ہم آہنگی ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس نے اسلامی معیشت کے بنیادی اصولوں کو مضبوطی سے استوار کیا، جو کہ رسالت کے ہمہ جہتی پیغام کی عظمت کا مظہر ہے۔
3. نبی اکرم ﷺ نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کے بعد فوری طور پر ایک آزاد مسلم بازار کی بنیاد رکھی۔ اس بازار نے اہلِ مدینہ کو یہودی مالی تسلط سے نجات دلائی اور اسلامی اقتصادی خود مختاری کی جانب پہلا عملی قدم ثابت ہوا۔
4. آپ ﷺ نے تجارتی نظام کے لیے واضح اصول و ضوابط وضع فرمائے۔ یہ ضوابط صرف منصفانہ تجارت کی ضمانت ہی نہیں دیتے تھے بلکہ اُن غلط، ظالمانہ اور استحصالی تجارتی رویّوں کا سدِباب بھی کرتے تھے جو جاہلی عہد میں رائج تھے اور شریعت سے متصادم تھے۔

نبوی معیشت کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کا اخلاقی پہلو تھا۔ عہدِ نبوی کی معاشی سرگرمیوں میں دیانت، شفافیت، انصاف، اور امانت داری نمایاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام خرید و فروخت کے طریقوں سے منع فرمایا جو دھوکہ دہی، فریب یا غیر اخلاقی طرزِ عمل پر مبنی تھے۔

## حوالہ جات وحواشی:

[1] الموسوی، محسن،دولة الرسول،دارالبیان العربی،بیروت،1990ء،ج1،ص184۔
al-Mūsawī, Muḥsin, Dawlat al-Rasūl, Dār al-Bayān al-ʻArabī, Bayrūt, 1990, vol. 1, p. 184.

[2] محمدبن اسماعیل ، البخاری،الجامع الصحیح،کتاب البیوع،باب ماجاء فی قول اللہ تعالی،فاذاقضیت الصلوة فانتشروا......،رقم الحدیث:2048۔
Muḥammad ibn Ismāʻīl al-Bukhārī, al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyūʻ, Bāb Mā Jā'a fī Qawl Allāh Taʻālā: Fa-idhā quḍiyati al-ṣalāh fantaširū..., Ḥadīth no. 2048.

[3] أیضاً،کتاب المزارعه،باب اذا قال اکفنی مئونة النخل اوغیره،رقم الحدیث:2325۔
ibid, Kitāb al-Muzāraʻah, Bāb idhā qāla akfinī ma'ūnat al-nakhl aw ghayrih, Ḥadīth no. 2325.

[4] النمیری،عمر ابن شیبة، *تاریخ المدینة المنورة*، تحقیق: فهیم محمد شلتوت، دار الفکر العربي، بیروت،1399ھ،ج1،ص311۔
al-Namīrī, ʻUmar ibn Shibah, Tārīkh al-Madīnah al-Munawwarah, taḥqīq: Fahīm Muḥammad Shaltūt, Dār al-Fikr al-ʻArabī, Bayrūt, 1399H, vol. 1, p. 311.

[5] السمهودي، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفى، موسوعة الفرقان للتراث الإسلامي، السعودية، 2001ء، ج2، ص748۔
al-Samhūdī, Wafā’ al-Wafā bi-Akhbār Dār al-Muṣṭafā, Mawsū‘at al-Furqān li-l-Turāth al-Islāmī, al-Su‘ūdiyyah, 2001, vol. 2, p. 748.

[6] ایضاً، ج3، ص82۔
ibid, vol. 3, p. 82.

[7] ڈاکٹر بخاری لحلو، السیاسة الاقتصادیةللمدینة المنورۃفی العهد النبیﷺ، مجله الدراسات الاسلامیه، 2019ء، ج11، ص90،89۔
Dr. Bukhārī Laḥlaw, al-Siyāsah al-Iqtiṣādiyyah lil-Madīnah al-Munawwarah fī al-‘Ahd al-Nabawī ﷺ, Majallat al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, 2019, vol. 11, p. 89–90.

[8] ایضاً: ص90۔
ibid, p. 90.

[9] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المزارعه، بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا، رقم الحدیث: 2335۔
al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Muzāra‘ah, Bāb Man Aḥyā Arḍan Mawātan, Ḥadīth no. 2335.

[10] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری، صاحب السموالملیکی الامیر سلطان بن عبد العزیز آل سعود، 3389ھ، ج:5، ص22۔
Aḥmad ibn ‘Alī ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Fatḥ al-Bārī, Ṣāḥib al-Sumū al-Malakī al-Amīr Sulṭān ibn ‘Abd al-‘Azīz Āl Su‘ūd, 3389H, vol. 5, p. 22.

[11] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المزارعه، بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا، رقم الحدیث: 2335۔
al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Muzāra‘ah, Bāb Man Aḥyā Arḍan Mawātan, Ḥadīth no. 2335.

[12] أیضاً، کتاب المزارعه، بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا، رقم الحدیث: 2335۔
ibid, Kitāb al-Muzāra‘ah, Bāb Man Aḥyā Arḍan Mawātan, Ḥadīth no. 2335.

[13] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج:5، ص24۔
Aḥmad ibn ‘Alī ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Fatḥ al-Bārī, vol. 5, p. 24.

[14] الترمذي، محمد بن عيسى. *الجامع الصحيح*، تحقيق: بشار عواد معروف، بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998ء، ج 3، ص 530، حديث 487۔
al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ‘Īsā, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, taḥqīq: Bashshār ‘Awwād Ma‘rūf, Bayrūt: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998, vol. 3, p. 530, Ḥadīth no. 487.

[15] القرافي، أبو العباس أحمد بن إدريس، *الفروق*، بيروت: عالم الكتب، بدون تاريخ، ج 4، ص 258۔
al-Qarāfī, Abū al-‘Abbās Aḥmad ibn Idrīs, al-Furūq, Bayrūt: ‘Ālam al-Kutub, [n.d.], vol. 4, p. 258.

[16] البخاري، *الجامع الصحيح*، كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام، رقم الحديث: 2236۔
al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Bay‘ al-Maytah wa al-Aṣnām, Ḥadīth no. 2236.

[17] مسلم بن الحجاج، *الصحيح*، كتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا ومؤكله، بيروت: دار إحياء التراث العربي، ج 3، ص 1219، رقم الحديث: 1598۔
Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Musāqāh, Bāb La‘n Ākil al-Ribā wa Mu’akkiluh, Bayrūt: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, vol. 3, p. 1219, Ḥadīth no. 1598.

[18] أيضاً، كتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار في الأقوات، ج 3، ص 1217، رقم الحديث: 1605۔
ibid, Kitāb al-Musāqāh, Bāb Taḥrīm al-Iḥtikār fī al-Aqwāt, vol. 3, p. 1217, Ḥadīth no. 1605.

[19] أبو داود، سليمان بن الأشعث، *سنن أبي داود*، كتاب البيوع، باب في التسعير، بيروت: دار الرسالة العالمية، 2009ء، ج 3، ص 286، رقم الحديث: 3451۔

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash‘ath, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyū‘, Bāb fī al-Tas‘īr, Bayrūt: Dār al-Risālah al-‘Ālamiyyah, 2009, vol. 3, p. 286, Ḥadīth no. 3451.

[20] الطبراني، سليمان بن أحمد، *المعجم الأوسط*، بيروت: دار الحرمين، 1995ء، ج 8، ص 265،رقم الحديث: 8634۔

al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad, al-Mu‘jam al-Awsaṭ, Bayrūt: Dār al-Ḥaramayn, 1995, vol. 8, p. 265, Ḥadīth no. 8634.

[21] البخاري، *الجامع الصحيح*، كتاب البيوع، باب ما يكره من النجش،رقم الحديث:2161۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Mā Yukrahu min al-Najsh, Ḥadīth no. 2161.

[22] أيضاً، كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها،رقم الحديث: 2194۔

ibid, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Bay‘ al-Thimār Qabla An Yabduwa Ṣalāḥuhā, Ḥadīth no. 2194.

[23] أيضاً، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع المنابذة والملامسة، رقم الحديث: 2144۔

ibid, Kitāb al-Buyū‘, Bāb al-Nahy ‘an Bay‘ al-Manābadha wa al-Mulāmasa, Ḥadīth no. 2144.

[24] أيضاً، كتاب البيوع،باب النهي عن بيع المنابذة والملامسة، رقم الحديث:2145۔

ibid, Kitāb al-Buyū‘, Bāb al-Nahy ‘an Bay‘ al-Manābadha wa al-Mulāmasa, Ḥadīth no. 2145.

[25] مسلم بن الحجاج، *الصحيح*، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها، ج 3، ص 1155، رقم الحديث:1536۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb al-Nahy ‘an Bay‘ al-Thimār Qabla Budūw Ṣalāḥihā, vol. 3, p. 1155, Ḥadīth no. 1536.

[26] البخاري، *الجامع الصحيح*، كتاب البيوع، باب النجش، رقم الحديث:2142۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb al-Najsh, Ḥadīth no. 2142.

[27] عبد الرزاق، الصنعاني، *المصنف*، بيروت: المكتب الإسلامي، 1983ء، ج 6، ص 75، رقم الحديث:10362۔

‘Abd al-Razzāq al-Ṣan‘ānī, al-Muṣannaf, Bayrūt: al-Maktab al-Islāmī, 1983, vol. 6, p. 75, Ḥadīth no. 10362.

[28] أبو داود، *سنن أبي داود*، كتاب البيوع، باب في المزاد، ج 3، ص 284،رقم الحديث:3387۔

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyū‘, Bāb fī al-Muzādah, vol. 3, p. 284, Ḥadīth no. 3387.

[29] البخاري، *الجامع الصحيح*، كتاب البيوع،باب ما يذكر في بيع المغانم،رقم الحديث:3643۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Mā Yudhkar fī Bay‘ al-Maghānim, Ḥadīth no. 3643.

[30] ابن كثير ،البدايه النهايه،بيروت، مكتبة المعارف ،1409ھ،ج3،ص41-45۔

Ibn Kathīr, al-Bidāyah wa al-Nihāyah, Bayrūt: Maktabat al-Ma‘ārif, 1409H, vol. 3, p. 41–45.

[31] البخاري، *الجامع الصحيح*، كتاب العلم، باب حفظ العلم، رقم الحديث:2047۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-‘Ilm, Bāb Ḥifẓ al-‘Ilm, Ḥadīth no. 2047.

[32] مسلم بن الحجاج، *الصحيح*،كتاب الإيمان، باب تحريم حمل السلاح على المسلمين وغشهم، ج 1، ص 99، رقم الحديث:101۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Īmān, Bāb Taḥrīm Ḥaml al-Silāḥ ‘alā al-Muslimīn wa Ghashshihim, vol. 1, p. 99, Ḥadīth no. 101.

[33] أيضاً، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي "من غش فليس منا، ج 1، ص 99، رقم الحديث:102۔

ibid, Kitāb al-Īmān, Bāb Bayān Qawl al-Nabī: Man Ghashsha Fa-Laysa Minnā, vol. 1, p. 99, Ḥadīth no. 102.

[34] البخاري، *الجامع الصحيح* ،كتاب البيوع، باب الحلف في البيع، رقم الحديث:2087۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb al-Ḥalif fī al-Bay‘, Ḥadīth no. 2087.

[35] مسلم بن الحجاج، *الصحيح*، كتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار في الأقوات، ج 3، ص 1217، رقم الحديث: 1605۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Musāqāh, Bāb Taḥrīm al-Iḥtikār fī al-Aqwāt, vol. 3, p. 1217, Ḥadīth no. 1605.

[36] البخاري، *الجامع الصحيح*، كتاب الفتن، باب لا يشر أحدكم إلى أخيه بالسلاح، رقم الحديث:7072۔

al-Bukhārī, al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Fitan, Bāb Lā Yushir Aḥadukum ilā Akhīhi bi-l-Silāḥ, Ḥadīth no. 7072.

[37] أيضاً، كتاب البيوع، باب لا يبيع الرجل على بيع أخيه،رقم الحديث:2132۔

ibid, Kitāb al-Buyūʻ, Bāb Lā Yabīʻ al-Rajul ʻalā Bayʻ Akhīhi, Ḥadīth no. 2132.

[38] مسلم بن الحجاج،*الصحيح*، كتاب البيوع، باب نهي تلقّي الجلب، ج 3، ص 1158، رقم الحديث: 1519۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyūʻ, Bāb Nahy Tallaqqī al-Jalab, vol. 3, p. 1158, Ḥadīth no. 1519.

[39] البخاري،*الجامع الصحيح*، كتاب البيوع، باب تلقّي الركبان،رقم الحديث:2165۔

al-Bukhārī, al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyūʻ, Bāb Tallaqqī al-Rukkbān, Ḥadīth no. 2165.

[40] ابن فارس، أبو الحسين أحمد بن فارس بن زكرياء،*معجم مقاييس اللغة*،تحقيق عبد السلام محمد هارون، بيروت: دار الفكر، 1399ھ/1979ء، ج 1، ص 53۔

Ibn Fāris, Abū al-Ḥusayn Aḥmad ibn Fāris ibn Zakariyyā, Muʻjam Maqāyīs al-Lughah, taḥqīq: ʻAbd al-Salām Muḥammad Hārūn, Bayrūt: Dār al-Fikr, 1399H/1979, vol. 1, p. 53.

[41] شمس الحق العظيم آبادي، عون المعبود شرح سنن أبي داود للشيخ، بيروت: دار الفكر،س ن،ج1،ص535۔

Shams al-Ḥaqq al-ʻAẓīm Ābādī, ʻAwn al-Maʻbūd Sharḥ Sunan Abī Dāwūd li-l-Shaykh, Bayrūt: Dār al-Fikr, [n.d.], vol. 1, p. 535.

[42] النساء:2/الانعام:39/الزمر:29۔

al-Nisā’ 2 / al-Anʻām 39 / al-Zumar 29.

[43] أبو داود،*سنن أبي داود*، كتاب البيوع، باب في الشفعة، ج 3، ص 304،رقم الحديث:3516۔

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyūʻ, Bāb fī al-Shufʻah, vol. 3, p. 304, Ḥadīth no. 3516.

[44] البخاري،*الجامع الصحيح*، كتاب الحرث والمزارعة، باب إذ قال رب الأرض، رقم الحديث:2730۔

al-Bukhārī, al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ḥarth wa al-Muzāraʻah, Bāb idhā qāla rabb al-arḍ, Ḥadīth no. 2730.

[45] مسلم بن الحجاج،*الصحيح*، كتاب المساقاة، باب النهي عن بيع الذهب مع غيره من غير فصل، ج 3، ص 1212، رقم الحديث: 1591۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Musāqāh, Bāb al-Nahy ʻan Bayʻ al-Dhahab maʻ Ghayrih min Ghayr Faṣl, vol. 3, p. 1212, Ḥadīth no. 1591.

[46] أحمد بن حنبل،*المسند*، (تحقيق: شعيب الأرناؤوط)،بيروت: مؤسسة الرسالة، 1998ء، ج 24، ص 347، رقم الحديث: 15582۔

Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Musnad (taḥqīq: Shuʻayb al-Arnā’ūṭ), Bayrūt: Mu’assasat al-Risālah, 1998, vol. 24, p. 347, Ḥadīth no. 15582.

[47] مسلم بن الحجاج،*الصحيح*،كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة، ج 2، ص 704، رقم الحديث: 1710۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Zakāh, Bāb al-Ḥathth ʻalā al-Ṣadaqah wa Law bi-Shiqq Tamrah aw Kalimah Ṭayyibah, vol. 2, p. 704, Ḥadīth no. 1710.

[48] أبو داود،*سنن أبي داود*، كتاب الإجارة، باب في كراء الأرض، ج 3، ص 201،رقم الحديث:3393۔

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Ijārah, Bāb fī Kirā’ al-Arḍ, vol. 3, p. 201, Ḥadīth no. 3393.

[49] مسلم بن الحجاج،*الصحيح*، كتاب النكاح، باب الصداق وجواز كونه أربعمائة درهم، ج 2، ص 1041، رقم الحديث: 1426۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb al-Ṣadāq wa Jawāz Kawnuh Arbaʻ Mi’ah Dirham, vol. 2, p. 1041, Ḥadīth no. 1426.

[50] البخاري،*الجامع الصحيح* كتاب النكاح، باب قول النبي ﷺ: "أولم ولو بشاة،رقم الحديث:5155۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Qawl al-Nabī ﷺ: Awlīm wa Law bi-Shāh, Ḥadīth no. 5155.

51 العيني، بدر الدين محمود بن أحمد، *عمدة القاري شرح صحيح البخاري*، بيروت: دار إحياء التراث العربي، س ن، ج 12، ص 73.

al-‘Aynī, Badr al-Dīn Maḥmūd ibn Aḥmad, ‘Umdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Bayrūt: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, [n.d.], vol. 12, p. 73.

52 النووي، يحيى بن شرف، *المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج* (شرح النووي على مسلم)، بيروت: دار إحياء التراث العربي، س ن، ج 7، ص 43۔

al-Nawawī, Yaḥyá ibn Sharaf, al-Minhāj fī Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj (Sharḥ al-Nawawī ‘alá Muslim), Bayrūt: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, [n.d.], vol. 7, p. 43.

53 ایضاً:ج8،ص175۔

ibid, vol. 8, p. 175.

54 ایضاً:ج7،ص43۔

ibid, vol. 7, p. 43.

55 ایضاً:ج18،ص16۔

ibid, vol. 18, p. 16.

56 ایضاً:ج4،ص3۔

ibid, vol. 4, p. 3.

57 القرطبي،يوسف بن عبد الله، *التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد*،(تحقيق مصطفى بن أحمد العلوي ومحمد عبد الكبير البكري)، وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، 1387ھ، ج 6، ص 323۔

al-Qurṭubī, Yūsuf ibn ‘Abd Allāh, al-Tamhīd limā fī al-Muwaṭṭa’ min al-Ma‘ānī wa al-Asānīd, (taḥqīq: Muṣṭafá ibn Aḥmad al-‘Alawī wa Muḥammad ‘Abd al-Kabīr al-Bakrī), Wizārat ‘Umūm al-Awqāf wa al-Shu’ūn al-Islāmiyyah, 1387H, vol. 6, p. 323.

58 مسلم بن الحجاج، *الصحيح*، كتاب الحج، باب تحريم صيد المدينة وقطع شجرها، ج 2، ص 705، رقم الحديث: 1372۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Ḥajj, Bāb Taḥrīm Ṣayd al-Madīnah wa Qaṭ‘ Shajarahā, vol. 2, p. 705, Ḥadīth no. 1372.

59 أحمد بن حنبل، *المسند*، (تحقيق: شعيب الأرناؤوط)، ج 4، ص 303، رقم الحديث:2098۔

Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Musnad (taḥqīq: Shu‘ayb al-Arnā’ūṭ), vol. 4, p. 303, Ḥadīth no. 2098.

60 البخاری،الجامع الصحیح،کتاب المزارعہ، بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا،رقم الحدیث:2335۔

al-Bukhārī, al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Muzāra‘ah, Bāb Man Aḥyā Arḍan Mawātan, Ḥadīth no. 2335.

61 ایضاً، کتاب المساقاۃ، باب إذا اختلفوا في الطريق المرفق،رقم الحدیث:2359۔

ibid, Kitāb al-Musāqāh, Bāb idhā Ikhtalafū fī al-Ṭarīq al-Murfaq, Ḥadīth no. 2359.

62 ایضاً، کتاب البیوع، باب كسب الرجل وعمله بيده،رقم الحدیث:2072۔

ibid, Kitāb al-Buyū‘, Bāb Kasb al-Rajul wa ‘Amalih bi-Yadih, Ḥadīth no. 2072.

63 الكتاني، محمد عبد الحي بن عبد الكبير، *التراتيب الإدارية والعمالات والصناعات والمتاجر والحالة العلمية التي كانت على عهد تأسيس المدنية الإسلامية في المدينة المنورة العلية*، تحقيق عبد الله الخالدي، بيروت: دار الأرقم، 2011ء، ج 1، ص 52۔

al-Kattānī, Muḥammad ‘Abd al-Ḥayy ibn ‘Abd al-Kabīr, al-Tarātīb al-Idāriyyah wa al-‘Amālāt wa al-Ṣinā‘āt wa al-Matājir wa al-Ḥālah al-‘Ilmiyyah allatī kānat ‘alá ‘Ahd Ta’sīs al-Madīnah al-Islāmiyyah fī al-Madīnah al-Munawwarah al-‘Aliyyah, taḥqīq: ‘Abd Allāh al-Khālidī, Bayrūt: Dār al-Arqam, 2011, vol. 1, p. 52.